سلسلہ : رسائلِ فتاوی رضویہ

جلد: دسویں

رسالہ نمبر 14

صیقل الرّین عن احکام مجاورۃ الحرمین ۱۳۰۵ھ

حرمین شریفین میں سکونت کے احکام سے
متعلق شبہات کا ازالہ

پیشکش: مجلسِ آئی ٹی (دعوتِ اسلامی)

صیقل الرّین عن احکام مجاورۃ الحرمین ۱۳۰۵ھ

(حرمین شریفین میں سکونت کے احکام سے متعلق شبہات کا ازالہ)

مسئلہ ۳۰۰: از گورکھپور محلّہ گھوسی پورہ مسئولہ مولانا مولوی حکیم عبداللہ صاحب ۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۰۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی رجل مکلف لہ ابوان وبنتان صغیرتان لایفتقرون الیہ فی المعاش ولہ زاد و راحلۃ یریدان یھاجر وحدہ الی الحرمین الشریفین زادھما اللہ شرفا وتعظیما وذٰلک لانہ لا یجد مالا، یسع زادھم جمیعا ویظن انہ لو استجازھم فی الھجرۃ لایجیزوہ اصلا ،فع ھل تجوز لہ الھجرۃ بحکم الشرع ام لا، بینوا بسند	اے علماء کرام (اللہ تم پر رحمت فرمائے) اس مکلّف کے بارے میں تمہاری کیارائے ہے جس کے ایسے والدین اور دو بیٹیاں ہیں جو معاشی اعتبار سے اس شخص کی محتاج نہیں، اس شخص کے لیے زادِراہ اور سواری وغیرہ بھی ہو، اور وہ چاہتا ہے کہ وہ تنہا حرمین شریفن (اللہ تعالٰی ان کے شرف وعظمت میں اور اضافہ فرمائے) ہجرت کرجائے کیونکہ وہ تمام کے خرچہ کی طاقت نہیں رکھتا اور یہ بھی گمان رکھتا ہے کہ اگران

الکتاب والعبارۃ توجروا یوم الحساب بالبشارۃ۔	مذکورہ افراد سے ہجرت کی اجازت چاہئے گا تو وہ اجازت نہیں دیں گے ایسی صورت میں اس کے لیے شرعاً ہجرت جائز ہے یا نہیں؟ کتاب وسنت کی روشنی میں واضح فرمادیں، اللہ تعالٰی تمھیں یوم قیامت اجر عطافرمائے گا۔ (ت)

الجواب:

اللھم ھدایۃ الحق والصواب الحمد ﷲ وحدہ و الصلوٰۃ والسلام علی من لانبی بعدہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ المکرمین عندہ برالو الدین من اعظم الواجبات واھم القربات حتی قرن المولٰی سبحانہ وتعالٰی شکرھا بشکرہ، اذ امر عز من اُمر ،ان اشکر لی ولوالدیک ، وقد فضلہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی الجھاد فی سبیل اللہ (اخرج) احمد و الشیخان وابوداؤد والنسائی عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ، قال سألت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ای العمل احب الی اللہ قال الصلٰوۃ علی وقتھا، قلت ثم ای، قال ابو الوالدین، قلت ثم ای، قال الجھاد فی سبیل اللہ[1] قلت، ولیس	اے اللہ حق وصواب کی توفیق عطافرمائیں، حمد ہے اللہ کے لیے جو ذات صفات میں لاشریک ہے، صلٰوۃ وسلام ہو اس ذات پر جس کے بعد کوئی نبی نہیں اور مکرم ومحترم آل واصحاب پر۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک اعظم واجبات او راہم عبادات میں سے ہے حتی کہ اللہ تعالٰی سبحانہ وتعالٰی نے ان کی شکر گزاری کو اپنے شکریہ کے ساتھ متصل فرماتے ہوئے یہ حکم دیا" میرے شکر گزار بنو او راپنے والدین کے "اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے والدین کے ساتھ نیکی کو اللہ تعالٰی کی راہ میں جہاد سے افضل قرار دیا ہے۔ امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کیا: اللہ تعالٰی کے ہاں کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا: وقت پر نماز، میں نے عرض کیا: اس کے بعد کون سا عمل ہے؟ فرمایا: والدین کے ساتھ حسن سلوک۔ عرض کیا: اس کے بعد؟ فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد،

[1] صحیح بخاری کتاب الادب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۸۲

البران لاتعصیهما اذا صرحا بشی وتخا لفهما فی ما سوی ذٰلك ولکن البران لاتاتی مایکرهانه وان لم یخاطباك فیه بشی فانه الطاعة والارضاء کلاهما واجبان والمعصیة والاسخاط جمیعا محرمان وهٰذا ن اعنی السخط والرضا لایختصان بما تقدما فیه بصریح البیان کما لایخفی۔وحسبك ما اخرج الترمذی وابن حبان والحاکم وصححه والطبرانی عن عبدالله بن عمرو، والبزار عن عبدالله بن عمر رضی الله تعالٰی عنهم انه صلی الله تعالٰی عیه وسلم قال رضی الرب فی رضی الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد[2] ، ولفظ البزار الوالدین فی الموضعین[3] وقد اشار النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم من اراد الجهادو الهجرة الیه صلی الله تعالٰی علیه وسلم ان یرجع فیخدم ابویه ولیس فی الحدیث انهما کانا مفتقرین الیه، اخرج احمد والستة الا ابن ماجة

میں کہتا ہوں نیکی ان کے ساتھ یہ نہیں کہ ان کے حکم کی صریح کی تو نافرمانی نہ کی جائے اور اس کے علاوہ میں ان کی مخالفت کی جائے، ہاں نیکی یہ ہے کہ کسی معاملہ میں بھی انھیں پریشان نہ کیا جائے اگرچہ وہ اولاد کو کسی معالمہ کا حکم نہ دیں، کیونکہ طاعت اور راضی کرنا دونوں واجب ہیں اور نافرمانی اور ناراض کرنا دونوں حرام ہیں اور یہ ناراض اور راضی کرنا ان کے صریح حکم کے ساتھ ہی مخصوص نہیں، جیسا کہ مخفی نہیں۔اس پر دلیل یہ روایت ہی کافی ہے کہ امام ترمذی، ابن حبان، حاکم (انھوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور بزار نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ رحمۃ العٰلمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: رب کی رضا والد کی رضا میں ہے اور رب کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے، مسند بزار میں دونوں مقامات پر والد کی جگہ والدین کا لفظ ہے، کچھ لوگوں نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس رہنے کی اجازت چاہی آپ نے انھیں والدین کی خدمت کا حکم دیا، ان احادیث میں یہ کہیں تصریح نہیں کہ والدین ان کی خدمت کے محتاج تھے، امام احمد، ابن ماجہ

[2] جامع الترمذی باب ماجاء من الفضل فی رضا الوالدین امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۲

[3] الترغیب والترهیب بحوالہ البزار کتاب البر والصلۃ مصطفٰی البابی مصر ۳/ ۳۲۲

عن عبداللہ بن عمر وبن العاص رضی اللہ تعالٰی عنھم، ومسلم وغیرہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ، قال جاء رجل الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاستاذنہ فی الجھاد فقال احی والداک، قال نعم، قال ففیھما فجاھد[4]۔	کے علاوہ ائمہ ستہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے، اور مسلم اور دیگر محدثین نے حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر جہاد پر جانے کی اجازت چاہی، آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ عرض کی: ہاں۔ فرمایا: جاؤان کی خدمت میں محنت کرو۔
قلت ولا اقول ان مجرد عدم الذکر ذکر العدم، حتی ترجع تقول واقعۃ حال فلا شمول، فما یدریك لعلھا کانا مفتقرین الیہ، وانما اقول ان السائل لم یبین، والنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یستبن، فترك السؤال دلیل الارسال۔	**میں کہتا ہوں** میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ محض عدم ذکر ذکرِ عدم ہے، حتی کہ یہ اعتراض ہو کہ یہ تو ایک مخصوص واقعہ ہے جس کا حکم عام نہیں، کیا علم کہ وہ والدین محتاج خدمت ہوں، میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ سائل نے ان کی محتاجی بیان نہیں کی اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کی تفصیل پوچھی، سوال کا نہ کرنا اس بات پر دلیل ہے کہ محتاج ہونا ضروری نہیں ۔
واخرج مسلم فی روایۃ لہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما قال اقبل رجل الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، فقال ابایعك علی الھجرۃ والجھاد ابتغی الاجر من اللہ تعالٰی، قال فھل من والدیك احد حی،	امام مسلم نے ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ایک شخص نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا، آقا! میں اللہ تعالٰی سے اجر وثواب کی خاطر ہجرت اور اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے آپ کے دست اقدس پر بیعت چاہتا ہوں، آپ نے پوچھا: تیرے والدین میں سے کوئی ایک

[4] صحیح مسلم باب برالوالدین قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۳

قال نعم بل کلاھما .قال فتبتغی الاجر من اللہ تعالٰی .قال نعم، قال فارجع الی والدیك فاحسن صحبتھما [5]۔	زندہ ہے؟ عرض کیا: ہاں جبکہ دونوں زندہ ہیں، فرمایا: تو اللہ تعالٰی سے ثواب واجر چاہتا ہے، عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: والدین کے پاس جاؤ اور ان کی خوب خدمت کرو۔
واخرج ابوداؤد عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بلفظ جاء رجل الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال جئت ابایعك علی الھجرۃ وترکت ابوی یبکیان، قال فارجع الیھما فاضحکھما کما ابکیتھما [6]۔	امام ابوداؤد نے اسی صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ان الفاظ میں روایت ذکر کی ہے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں آپ کے پاس ہجرت پر بیعت کے لیے آیا ہوں اس حال میں کہ میں والدین کو روتے ہوئے چھوڑ آیا ہوں، فرمایا: ان کی خدمت میں واپس جاؤ اور اس طرح خوش کرو جیسے تم نے انھیں رُلایا ہے۔
واخرج ایضا عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رجلا ھاجر من الیمن الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، فقال ھل لك احد بالیمن، فقال ابوای، قال اذنالک، قال لا، قال فارجع الیھما فاستاذنھما فان اذنالك فجاھد والا فبرھما [7]۔	انھوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ ایک شخص یمن سے ہجرت کرکے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا، آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پوچھا: یمن میں تیرا کوئی عزیز ہے؟ عرض کیا: میرے والدین ہیں، فرمایا: انھوں نے تجھے اس بات کی اجازت دی ہے؟ عرض کیا: نہیں، فرمایا: ان کی خدمت میں جاکر اجازت طلب کرو اگر تجھے اجازت دے دیں تو جہاد پر جاؤ اور اگر اجازت نہ دیں تو والدین کی خدمت کرو۔

[5] صحیح مسلم باب برالوالدین قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۳

[6] سُنن ابوداؤد کتاب الجہاد آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۴۲

[7] سُنن ابوداؤد کتاب الجہاد آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۴۳۔ ۳۴۲

واخرج النسائی وابن ماجۃ وحاکم وقال صحیح علٰی شرط مسلم، والطبرانی باسناد جید، عن معاویۃ بن جاھمۃ ان جاھمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ جاء الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، فقال یا رسول اللہ! اردت ان اغزو وقد جئتك استشیرک، فقال ھل لك من ام، قال نعم، قال فالزمھا فان الجنۃ عند رجلیھا[8]۔	نسائی، ابن ماجہ، حاکم (اور کہا یہ شرط مسلم کے مطابق صحیح ہے) اور طبرانی نے سند جید کے ساتھ حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل کیا کہ حضرت جاہمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں آپ کی خدمت میں مشورہ کے لیے حاضر ہوا ہوں، فرمایا: تمھاری والدہ ہیں؟ عرض کیا: ہیں۔ فرمایا: پس ان کی خدمت کرو کیونکہ جنت ان کے قدموں میں ہے۔
ولفظ الطبرانی قال اتیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم استشیرہ فی الجھاد، فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الك والدان، قلت نعم، قال الزمھما فان الجنۃ تحت ارجلھما[9]۔	اور طبرانی میں روایت کے الفاظ یہ ہیں حضرت جاہمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر جہاد کے لیے مشورہ طلب کیا، آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: کیا تمھارے والدین زندہ ہیں؟ عرض کیا: زندہ ہیں۔ فرمایا، ان کی خدمت کو لازم جانو کیونکہ جنت ان کے قدموں میں ہے۔
واخرج ھذا اعنی الطبرانی عن طلحۃ بن معٰویۃ السلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ، قال اتیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، فقلت یا رسول اللہ انی ارید الجھاد فی سبیل اللہ، قال امك حیۃ، قلت نعم، قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الزم	طبرانی نے حضرت طلحہ بن معاویہ السلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں اللہ کی راہ میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں، فرمایا: تمھاری والدہ زندہ ہیں؟ عرض کیا: ہاں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے قدموں میں

[8] سنن نسائی کتاب الجہاد مکتبہ سلفیہ لاہور ۴۸/۲

[9] المعجم الکبیر حدیث ۲۲۰۲ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲۸۹/۲

رجلیها فثم الجنة[10]۔

فهذہ فتوی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی الهجرة الی المدینة ورسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بین اظهر هم، فکیف بجوار احد الحرمین بعد وفاة سید الکونین صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فانظر کیف امر هم ان یرجعوا ویلزموا ارجل ابائهم وامهاتهم، وانظر کیف امر من لم یستأذن، ان یرجع فلیستاذن، وانظر کیف هدی من اتی وترکهما یبکیان، ان یضحکهما کما ابکاهما وانت ان استاذنت، فقد علمت انهما لایأذنان ان استاذنت فقد علمت انهما لا شد حزنا و جدا، بك ان فارقت وما اذنت، فایاك ثم ایاك ان تترکهما وهما یبکیان۔

وهذا خیر التابعین بشهادة سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیه

رہو، وہیں جنت ہے۔
یہ مدینہ کی طرف ہجرت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اس وقت کا فتوٰی ہے جب آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صحابہ کے درمیان ظاہری حیات کے ساتھ تشریف فرماتھے اب سید الکونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وصال کے بعد حرمین میں سے کسی ایک میں جانے کا حال کیا ہوگا! ذرا غور کیجئے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لوگوں کو اپنے اباء اور امہات کی خدمت میں لوٹنے کا کس انداز میں حکم دیا ہے، یہ ملاحظہ بھی کیجئے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس شخص کو کیا حکم دیا جو والدین سے اجازت لیے بغیر آیا تھا کہ واپس جاؤ اور اجازت لو، اس پر یہ بھی توجہ کیجئے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس شخص کی کتنی پیاری رہنمائی فرمائی جو اپنے والدین کو روتا ہوا چھوڑ کر آیا تھا کہ جاؤ ان کو اسی طرح ہنساؤ جس طرح انھیں رلایا ہے، جب آپ نے یہ سب کچھ پڑھ لیا تو اب صورت مذکورہ میں اگر والدین سے اجازت مانگے وہ اجازت نہیں دے رہے تو واضح بات ہے کہ وہ تمھاری جدائی پر سخت پریشان و غمگین ہوں گے جبھی تو وہ آپ کو اجازت نہیں دے رہے، تو اب روتے ہوئے چھوڑ کر جانا ہر گز جائز نہیں۔
آیئے ایک ایسی شخصیت کا عمل پڑھتے ہیں جن کے بارے میں امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت عمر رضی اللہ

[10] المعجم الکبیر حدیث ۸۱۶۲ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۸/ ۲۷۳

وسلم المروية من طريق عمر رضی اللہ تعالٰی عنه، عند مسلم[11] فی صحيحة ومن حديث علی کرم اللہ وجهه عند الحاکم[12] بسند صحيح اعنی ولی الله سيدنا اويس القرنی رضی اللہ تعالٰی عنه منعته خدمة امه والبربها ان ياتی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ويتشرف بذاك الشرف الاهم الاعظم، هو صحبة نبی اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم، فما ظنك بهٰذا الذی يسميه الناس هجرة وماهو بهجرة وانما الهجرة هجران الذنوب، نسأل توفيقه من رب القلوب۔

اخرج البخاری وابوداؤد والنسائی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنهما قال قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده والمهاجر من هجر مانهی اللہ تعالٰی عنه[13]۔

وماحسن ماقال اخوالعجم۔

گر در یمنی وبامنی پیش منی
ور پیش منی وبے منی در یمنی

وهو معنی ماقال اُخر۔

تعالٰی عنہ سے اور حاکم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: تمام تابعین میں افضل شخصیت ہے یعنی ولی اللہ حضرت سیدنا اویس قرنی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آکر اعلٰی وافضل مقام حضور نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صحبت پانے سے مانع فقط والدہ کی خدمت اور حسن سلوک ہی تھا، اب ذرا سوچئے اس عمل کا کیا مقام ہے جسے لوگوں نے ہجرت کا نام دے رکھا ہے حالانکہ یہ ہرگز ہجرت نہیں، ہجرت تو حقیقۃً گناہوں کا چھوڑنا ہے، ہم رب قلوب سے اسکی توفیق کے طلبگار ہیں۔

بخاری، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرا مسلمان محفوظ ہو اور مہاجر وہ ہے جو ان چیزوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ تعالٰی نے منع فرمایا ہے۔

اور اخوالعجم نے کیا خوب کہا ہے:

اگر تو یمن میں ہے اور میرے تصور میں ہے تو میرے سامنے ہے اور اگر تو میرے سامنے ہے لیکن میرے تصور میں نہیں تو تو یمن میں ہے، کسی اور شاعر نے بھی یہی بات یوں کہی ہے:

---

[11] صحیح مسلم باب من فضائل اویس قرنی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۱۱

[12] المستدرک للحاکم مناقب اویس قرنی دارالفکر بیروت ۳/۴۰۳

[13] صحیح بخاری باب من سلم المسلمون من لسانہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۶

وکم من بعید الدار نال مرادہ
وکم من قریب الدار مات کئیبا

وکان سیّدی العارف باللہ ابو محمد المرجانی رحمہ اللہ تعالٰی یقول:

کم من ھومعنا ولیس ھو معنا وکم من ھو بعید عنا، وھو معنا[14] اھ۔

ومن اخفی وسائس الشیطان تلبس الشر بالخیر علی الانسان، فیذھب بہ علی السیئات من باب الحسنات، و لایعرف ذٰلک الا العلماء العاملون لذا ورد ذم المتعبد بغیر فقہ وضرب لہ مثل سوء فی حدیث عند ابی نعیم فی حلیۃ الاولیاء[15] عند واثلۃ بن اسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ وھذا شرما اخرج الترمذی وابن ماجۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد[16]۔

فھٰذا الذی یرید الھجرۃ

بہت سے دور رہنے والے مراد پالیتے ہیں اور بہت سے قریب رہنے والے محروم ونامراد مرتے ہیں۔

سیدی عارف باللہ ابو محمد المرجانی رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں: بہت سے لوگ ہمارے ساتھ رہتے ہوئے بھی ہمارے ساتھ نہیں اور بہت سے ہم سے دور ہیں مگر ہمارے ساتھ ہوتے ہیں اھ جس پر شیطان کے وساوس مخفی ہوں اس انسان پر شر وخیر میں التباس ہوجاتا ہے اور شیطان اسے حسنات سے سیئات کی طرف لے جاتا ہے اور اس بات سے باعمل علماء ہی آگاہ ہوسکتے ہیں۔ اسی وجہ سے بغیر دین فہمی کے عبادت کرنے والے کی مذمت آئی ہے اور ایسے عابد کی اس حدیث میں بُری مثال بیان ہوئی جو ابونعیم نے حلیہ میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے، یہ اس سے سخت ہے جسے ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ سخت ہے۔

ہجرت کا ارادہ کرنے والا اگر یہ جان لے کہ

14

15 حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۳۱۸ خالد بن معدان دار الکتاب العربی بیروت ۲۱۹/۵

16 جامع الترمذی باب ماجاء فی فضل الفقہ امین کمپنی دہلی ۹۳/۲

لو علم ما فی احزان الوالدین وادخال الغم علیهما لما ارادها کما ورد عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم انه قال لوکان جریج الراهب فقیها عالما لعلم ان اجابة دعاء امه اولی من عبادة ربه [17] اخرجه الحسن بن سفین فی مسنده والحکیم المولی الترمذی فی نوادره وابن قانع فی معجمه، والبیهقی فی شعب الایمان عن شهر بن حوشب عن حوشب بن یزید عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم۔	والدین کو پریشان کرنے میں کیا سزا ہے تو ہجرت کا ارادہ ترک کردے۔ جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہے کہ جریج راہب فقیہ وعالم ہوتا تو اسے معلوم ہوتا کہ اللہ تعالٰی کی عبادت سے والدہ کے بلاوے کا جواب اولٰی ہے، حسن بن سفیٰن نے مسند میں، حکیم ترمذی نے نوادر میں، ابن قانع نے معجم میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں شہر بن حوشب سے، انھوں نے حوشب بن یزید سے، انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بیان کیا ہے:
فهذا الحدیث وان بقیت الفقه فقد نقل العلامة البحر فی البحرالرائق تفصیلاً برخصة ونهٰی فی مسئلة حج الولد بلا اذن الوالد ثم قال هذا کله فی حج الفرض اما حج النفل فطاعة الوالدین اولی مطلقا کما صرح به فی الملتقط [18] اھ نقله العلامة ابن عابدین فی ردالمحتار۔	یہ تو احادیث تھیں، باقی رہے فقہاء تو علامۃ البحر نے بحر الرائق میں تفصیلاً رخصت کی تفصیل تحریر کی، اور جبکہ اجازت والد کے بغیر اولاد کو حج کرنے سے منع کیا پھر فرمایا یہ تمام بحث حج فرض میں ہے، رہا نفل حج، تو اس میں اطاعتِ والدین ہر حال میں اولٰی ہے جیسا کہ ملتقط میں ہے اھ اسے علامہ ابن عابدین نے ردالمحتار میں نقل کیا ہے۔
قلت فاذا کان هذا حکمهم فی الحج وانت ترید القفول، فکیف وانت عازم ان لا ترجع، وقد وضع فی الهندیة، ضابطة حسنا فی امثال هذه المسائل	**میں کہتا ہوں** یہ انھوں نے حج کے بارے میں حکم دیا ہے جس میں تو واپس کوچ کا ارادہ رکھتا ہے یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے جبکہ تو واپس نہ ہو نیکا عزم رکھتا ہے۔ فتاوٰی ہندیہ میں ایسے مسائل کے بارے میں بہت عمدہ ضابطہ بیان کیا ہے، وہ یہ ہے

[17] نوادر الاصول الاصل السابع عشر والمائۃ دار صادر بیروت ص ۱۵۲، شعب الایمان باب فی برالوالدین حدیث ۷۸۸۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۵/۶

[18] بحر الرائق کتاب الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۰۹/۲

حیث قال الابن البالغ یعمل عملا لاضرر فیه دینًا ولادُنیا بوالدیه وھما یکرھانه فلا بد من الاستیذان فیه اذاکان له منه بد[19] اھ فقد حکم ان لا محید من الاستیذان وان لم یکن بھما ضرر اصلا فیما اراد، فھٰذا حکم المسئلة کما تری، و مالی التکلم فی ھذا وذاك ولکن اقول ان المجاورة لاتحل من اصلھا وان اذن الابوان، فکیف اذا کرھا وحزنا بھا ھذا ھو قول الامام وبقوله قال الخائفون المحتاطون من العلماء کما فی الشامی عن الاحیاء وبه جزم المجمع وغیرہ۔	کہ بالغ اولاد کوئی دینی یا دنیوی ایسا کام نہ کرے جو والدین کے لیے غیر مضر اور ناپسند ہو، اور اگر ضروری ہو تو والدین سے اجازت لینا ضروری ہوگا اھ یعنی اگرچہ نقصان دہ نہ بھی ہو تب بھی والدین کی اجازت کے بغیر چارہ نہیں، یہ تو مسئلہ کا حکم تھا لیکن مجھے اس میں کلام نہیں ہے اور جبکہ میں یہ کہتا ہوں کہ مجاورت اس صورت میں بھی جائز نہیں جبکہ والدین اجازت دیں تو اس وقت کیسے جائز ہوگی جب وہ اسے پسند نہ کریں اور اس پر پریشان ہوں، اور یہی امام صاحب کا قول ہے، محتاط اور خائف اہل علم نے آپ کے اسی قول کو اختیار کیا ہے جیسا کہ شامی میں احیاء سے ہے۔ مجمع وغیرہ میں اس پر جزم کا اظہار کیا ہے۔
قلت و ھوا لا قوی دلیلا والاحسن تاویلا والاصلح تعویلا والاقوم قیلا ولیس لحنفی ان یجتاز من قوله ویختار قول غیرہ کصاحبیه مثلا الا لضعف بیّن فی دلیله او ضرورة تدعو الٰی مخالفة قیله، حتی صرح الفاضلان العلامتان مولٰنا زین بن نجیم المصری والشیخ خیر الدین الرملی، انه لا یعمل ولایفتی الا بقوله رضی اللہ تعالٰی عنه ولا یعدل عن قول الٰی قولھما	**میں کہتا ہوں** یہ قول دلیل کے اعتبار سے قوی تاویل کے لحاظ سے احسن ہے، اعتماد کے لحاظ سے اصلح اور قیل وقال کے لحاظ سے معتدل ہے۔ اور کسی حنفی کے لیے یہ اجازت نہیں کہ وہ آپ کے قول کو ترک کرکے کسی دوسرے مثلاً صاحبین کے قول پر عمل کرے، ہاں اس صورت میں جائز ہوتا ہے جب آپ کے قول کی دلیل واضح طور پر کمزور ہو یا آپ کے قول کی مخالفت کی اشد ضرورت درپیش ہو، حتی کہ دو عظیم فاضل اہل علم مولانا ابن نجیم مصری اور شیخ خیر الدین رملی نے تصریح کی ہے کہ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول پر عمل اور فتوٰی دیا جائے گا، اس سے صاحبین یا کسی اور کے

[19] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب السادس والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۳۶۵/۵

اوقول احدھما الالضرورۃ وان صرح المشائخ بان الفتوٰی علی قولھما[20] کما فی صلٰوۃ البحر وشھادات الخیریۃ وھذا امیرالمومنین عمرالفاروق الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ، کان اذا فرغ من حجہ یدور فی الناس و یقول یا اھل الیمن یمنکم ویااھل العراق عراقکم ویا اھل الشام شامکم [21] فانہ اھیب لبیت ربکم فی اعینکم ، اوکمایقول رضی اللہ تعالٰی عنہ

قول کی طرف اعراض کی اجازت نہیں البتہ اس صورت میں جو مذکور ہے اگرچہ کچھ مشائخ نے تصریح کی ہے کہ فتوٰی صاحبین کے قول پر ہے جیسا کہ بحر کے باب الصلوٰۃ میں اور فتاوٰی خیریہ کے باب الشہادات میں ہے حالانکہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو دیکھئے وہ جب حج سے فارغ ہوتے تو لوگوں میں دورہ کرتے اور فرماتے: اے اہل یمن! یمن چلے جاؤ، اے اہل عراق! عراق چلے جاؤ، اے اہل شام! اپنے وطن شام لوٹ جاؤ تاکہ تمھارے ذہنوں میں تمھارے رب کی گھر کی ہیبت خوب قائم رہے۔

قلت وکان ھذا والناس انما ھم صحابۃ اوتابعون و ھم ماھم من غایۃ الادب ونھایۃ الاجلال، فما بال اھل الزمان اھل کیت وذیت، واللہ المستعان لاصلاح الاحوال، وقد سئل امام دار الھجرۃ، عالم المدینۃ مالك بن انس رحمہ اللہ تعالٰی ایما احب الیك المجاورۃ اوالقفول فاجاب ان السنۃ الحج ثم القفول[22] کمانقلہ العلامۃ محمد العبدری فی مدخلہ۔

میں کہتا ہوں یہ اس دور کی بات ہے جب صحابہ یا تابعین تھے جو نہایت مؤدب اور نہایت ہی احترام واکرام کرنے والے تھے، ہمارے اس دور کا کیا حال ہوگا، اللہ تعالٰی ہی اصلاح و احوال کی توفیق دے، امام دارالہجرت، عالم مدینہ حضرت امام مالک بن انس رحمہ اللہ تعالٰی سے پوچھا گیا کہ آپ کو مجاورت محبوب ہے یا لوٹنا؟ فرمایا: سنت یہ ہے کہ حج کیا جائے پھر واپس ہو، جیسا کہ علامہ محمد عبدری نے مدخل میں ذکر کیا ہے۔

---

[20] فتاوٰی خیریہ کتاب الشہادات دارالمعرفۃ بیروت ۳۳/۲، بحرالرائق کتاب الصلوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۴۶/۱

[21] المدخل فصل فی ذکر بعض مایعتورالحاج فی حجہ دارالکتاب العربی بیروت ۲۵۳/۴

[22] المدخل فصل فی ذکر بعض مایعتورالحاج فی حجہ دارالکتاب العربی بیروت ۲۵۳/۴

قلت وانما اراد سنة الصحابة ما عدا المهاجرين اما المهاجرون فقد كانوا عن الاقامة محجورين، فلا يدل قفولهم علٰى استنانه كما لا يخفى، ثم ان العبدرى نقل من بعض اكابر الاولياء قدست اسرارهم.ان جاور بمكة اربعين سنة ولم يبل فى الحرم ولم يضطجع، قال فمثل هذا تستحب له المجاورة اويو مربها والموضع موضع ربح لا موضع خسارة، فيحرم نفسه الربح لقلة الادب الذى يصدر منه وقلة الاحترام "قال"وقد حكى لى السيد الجليل ابو عبدالله القاضى رحمة الله تعالٰى عليه انه احتاج الى قضاء حاجة الانسان وهو فى المدينة فخرج الى موضع من تلك المواضع وعزم ان يقضى حاجته فيه ،فسمع هاتفا ينهاه عن ذٰلك فقال الحجاج يعملون هذا، فاجابه الهاتف، بان قال واين الحجاج واين الحجاج واين الحجاج ثلث مرات، فخرج من البلد حتى قضى حاجة ثم رجع[23] اھ "وقد اطال الكلام فيه الى ان قال"ثم لو فرض ان المجاور لايباشر	قلّت یہاں امام مالک نے سنت سے مراد غیر مہاجرین صحابہ کی سنت لی ہے، رہے مہاجرین صحابہ، تو ان کے لیے مکہ میں اقامت ممنوع تھی، لہٰذا ان کا لوٹنا سنت پر دال نہیں جیسا کہ واضح ہے۔ پھر شیخ عبدری نے بعض اکابر اولیاء قدست اسرارہم کے بارے میں یہ بھی نقل کیا کہ وہ چالیس سال مکہ میں رہے مگر حرم کعبہ میں پیشاب نہ کرتے اور نہ ہی وہاں لیٹتے تھے، پھر فرمایا ایسے لوگوں کے لیے مجاورت مستحب ہے، یا انھیں کو اجازت دی جاسکتی ہے اور یہ مقام سراپا نفع ہے خسارہ نہیں تو قلّتِ ادب اور قلّت احترام کی بناپر انسان خود کو نفع سے محروم نہ کرے، پھر فرمایا مجھے السید الجلیل ابو عبداللہ القاضی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے بارے میں بیان کیا گیا کہ انھیں شہر مدینہ میں رفع حاجت کی ضرورت پیش آئی تو وہ شہر میں ایک مقام کی طرف گئے اور وہاں قضاءِ حاجت کا ارادہ کیا تو غیب سے آواز آئی جو اس عمل سے انھیں منع کر رہی تھی تو انھوں نے کہا تمام حجاج ایسا کرتے ہیں، تو جواب میں تین دفعہ آواز آئی، کہاں کے حجاج، کہاں کے حجاج، کہاں کے حجاج۔ پھر وہ شہر سے باہر چلے گئے اور رفعِ حاجت کی اور پھر لوٹے اھ طویل گفتگو کے بعد لکھتے ہیں کہ بالفرض مجاورت کرنے والا کوئی ایسا عمل نہیں کرتا جو ذکر ہوا تو اس کے

[23] المدخل فصل فی ذکر بعض مایعتور الحاج فی حجہ دار الکتاب العربی بیروت ۲۵۳/۴

شیئا مما تقدم ذکرہ حینئذ تکون المجاورۃ مستحبۃ فی حقہ، مالم یخل بعبادۃ اخری ھی اکبر منھا ،کبر الوالدین والقیام بما وجب علیہ، من صلۃ الرحم لمن یحب ذٰلك بالحضور معہ، دون ارسال السلام بالکتابۃ وغیرہ"قال"والمقصودان یقدم امتثال الشرع الشریف فیقدم ماقدمہ ویؤخرما اخرہ، فالمجاورۃ مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باتباع اوامرہ واجتناب نواھیہ فی ای موضع کان ھٰذہ ھی المجاورۃ [24]"قال"ومن کتاب القوت (ای السیدی ابی طالب المکی رحمہ اللہ تعالٰی) قال بعض السلف کم من رجل بارض خراسان اقرب الٰی ھذا البیت ممن یطوف بہ، وکان بعضھم یقول، لان تکون بلدك وقلبك مشتاق متعلق بھٰذا البیت خیر لك من ان تکون فیہ وانت متبرم بمقامك وقلبك متعلق الی بلد غیرہ [25] اھ ملتقطا۔

انی لو شئت لطولت الکلام بتوفیق العلام فی تحقیق المرام ولکن حسبی فی ھذا المقام کلام الامام بن الھمام

حق میں مجاورت مستحب ہوگی بشرطیکہ اس سے کوئی بڑی عبادت درمیان میں حائل نہ ہو مثلاً بوڑھے والدین کے ساتھ حسن سلوک وخدمت اور ان لوگوں کی خدمت جو صلہ رحمی کی بناء پر لازم ہے اور وہ اس کے موجود ہونے کا تقاضا کرتا ہو نہ کہ محض تحریری سلام وغیرہ کا ، پھر لکھا مقصود شرع شریف کے احکام کو مقدم کرنا ہے، لہٰذا جسے شریعت نے مقدم رکھا ہے اسے مقدم رکھا جائے اور جسے شریعت نے مؤخر رکھا ہے اسے مؤخر رکھا جائے، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مجاورت آپ کے اوامر کی اتباع اور نواہی سے اجتناب کی صورت میں ہے خواہ انسان کسی جگہ مقیم ہو، اور اصلا مجاورت یہی ہے، اور فرمایا کتاب القوت (للامام ابوطالب مکی رحمہ اللہ تعالٰی) میں بعض اسلاف سے ہے بہت سے خراسان میں رہائش پذیر اس بیت اللہ کے ان لوگوں سے زیادہ قریب ہیں جو اس کا طواف کر رہے ہیں، بعض نے فرمایا بندہ اپنے شہر میں ہو اور اس کا دل اللہ تعالٰی کے گھر سے متعلق ہو یہ اس سے بہتر ہے کہ بندہ بیت اللہ میں ہو اور دل کسی اور شہر کے ساتھ وابستہ ہو اھ اختصاراً۔

اگر میں چاہوں تو اس مقصد پر اللہ تعالٰی کی توفیق سے اور بھی طویل گفتگو کی جاسکتی ہے لیکن اس مقام پر مجھے امام ابن ہمام کی گفتگو ہی کافی ہے کیونکہ

---

[24] المدخل فصل فی ذکر بعض مایعتور الحاج فی حجہ الخ دار الکتاب العربی بیروت ۲۵۵/۴

[25] المدخل فصل فی ذکر بعض مایعتور الحاج فی حجہ الخ دار الکتاب العربی بیروت ۲۵۶/۴

اذ لا عطر بعد عروس قال قدسنا الله تعالٰی بسرہ الکریم ونفعنا فی الدارین بفضلہ. الفخیم فی فتح القدیر شرح الہدایۃ اختلف العلماء فی کراھۃ المجاورۃ بمکۃ وعدمھا فذکر بعض الشافعیہ ان المختار استحبابھا الا ان یغلب علی ظنہ الوقوع فی المحذور وھذا قول ابی یوسف ومحمد رحمھما الله تعالٰی وذھب ابوحنیفۃ ومالک رحمھما الله تعالٰی الی کراھتھا[26]۔	شادی کے بعد عطر کیا کرنا ہے انھوں نے (اللہ تعالٰی ہمیں دارین میں ان کے علوم وفیوض سے بہرہ ور فرمائے) نے فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرمایا: مکہ مکرمہ کی مجاورت مکروہ ہے یا نہیں، اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے، بعض شوافع نے کہا کہ مختار قول کے مطابق مستحب ہے لیکن جب غالب گمان ممنوعات کے ارتکاب کا ہو تو پھر مکروہ ہے، امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی کا بھی یہی قول ہے امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک مجاورت مکروہ ہے۔
قلت والمراد کراھۃ التحریم اذا ھو المحمل عند الاطلاق وبدلیل قول المحقق فیما سیأتی "لایذکر حالھم قیدا فی جواز الجوار"[27] اھ۔	**میں کہتا ہوں** یہاں کراہت سے مراد تحریمی ہے کیونکہ جب لفظ کراہت مطلقاً ہو تو اس سے یہی مراد ہوتی ہے۔ اھ محقق کا آئندہ قول بھی اسی پر دلیل ہے کہ قلیل لوگوں کے حال کو جوازِ مجاورت کے لیے بطور قید ذکر نہیں کیا جاتا اھ۔
(قال) وکان ابوحنیفۃ یقول انھا لیست بدار ھجرۃ وقال مالک وقد سئل عن ذلک، ماکان الناس یرحلون الیھا الاعلی نیۃ الحج، والرجوع وھوا عجب و ھذا احوط لما فی خلافہ من تعریض النفس علی الخطر اذطبع الانسان التبرم والملل من توارد ما یخالف ھواہ فی المعیشۃ وزیادۃ الانبساط المخل	آگے لکھا امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ مقام دار الہجرت نہیں، امام مالک سے جب اسی بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا لوگوں کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ حج ادا کرکے واپس ہو جائیں، اور یہ قول نہایت محبوب ہے اور یہی احوط ہے کیونکہ اس کے خلاف کرنے میں اپنے آپ کو خطرے میں ڈالنا ہے کیونکہ انسانی طبیعت یہ ہے کہ بار بار خلاف خواہش کرنے سے اس کی زندگی میں ملال وپریشانی پیدا ہوتی ہے، اسی طرح

[26] فتح القدیر کتاب الحج مسائل منثورہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۹۳

[27] فتح القدیر کتاب الحج مسائل منثورہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۹۴

بما یجب من الاحترام لما یکثر تکررہ علیه ومداومة نظرہ الیه وایضا الانسان محل الخطاء کما قال علیه السلام کل بنی اٰدم خطاء[28]۔ **قلت** اخرجه احمد والترمذی وابن ماجة والحاکم عن انس عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم کل بنی اٰدم خطاء وخیر الخطائین التوابون[29] اھ۔ (قال) والمعاصی تضاعف، علی ماروی عن ابن مسعود رضی الله تعالٰی عنه، ان صح والا فلا شک، انها فی حرم الله افحش واغلظ فتنتهض سببا لغلظ الموجب و هو العقاب (وساق الکلام الی ان قال) وکل من هذہ الامور سبب لمقت الله تعالٰی واذاکان هذا سجیة البشر فالسبیل النزوح عن ساحته، وقل من یطمئن الی نفسه فی دعوٰها البرائة من هذہ الامور، الا وهو فی ذٰلك مغرور، لایری الی ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما من اصحاب رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم المحببین الیه المدعوله کیف اتخذ	کثرت کے ساتھ ادب کے منافی ہے بے تکلفی اور بار بار دیکھنے سے ادب واحترام میں کمی واقع ہوجاتی ہے اور یہ بھی کہ انسان خطاء کا محل ہے، حضور علیہ الصلٰوۃ السلام کا مبارک ارشاد ہے: ہر آدمی محل خطاء ہے۔ **میں کہتا ہوں** اسے امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ہر آدم محل خطاء ہے اور بہتر خطاکار وہ ہیں جو توبہ کرلینے والے ہوتے ہیں اھ پھر لکھا گناہوں پر سزا بھی کئی گناہ ہے جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے، اگر یہ روایت صحیح ہے تو فبہا ورنہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کے حرم میں گناہ نہایت ہی بدبختی اور سخت قابل گرفت جُرم ہے جو عقاب وسزا کا مستحق بنادے گا (آگے چل کر لکھا) ان میں ہر امر اللہ تعالٰی کی ناراضگی کا سبب ہے، اور جب یہ بشری تقاضا ہے تو بچنے کی صورت فقط اس میدان سے نکل جانا ہے، اور کوئی بھی ان امور سے بچنے کا دعوٰی نہیں کرسکتا ماسوائے ان لوگوں کے جو دھوکا میں ہیں، کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے بارے میں علم نہیں جو صحابی رسول ہیں، محبوب لوگوں میں سے ہیں، اور ان کے لیے حضور کی دعا ہے ہجرت کرکے وہ طائف چلے گئے۔

[28] فتح القدیر کتاب الحج مسائل منثورہ نوریہ رضویہ سکھر ۹۳/۳

[29] مسند احمد بن حنبل مروی از انس رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۱۹۸/۳

الطائف دارًا، وقال لان اذنب خمسین ذنبا برُکْبَۃ، وھو موضع بقرب الطائف احب الی من ان اذنب واحدا بمکۃ[30]۔	اور فرمایا: رُکْبَہ (طائف کے قریب جگہ کا نام ہے) کے مقام پر پچاس گناہ کرنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں مکہ میں ایک گناہ کروں۔
قلت یشیر بالدعاء الی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللھم فقھہ فی الدین[31]، وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللھم علمہ الکتاب[32]، اخرجھما الشیخان	**میں کہتا ہوں** دعا سے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اس دعا کی طرف اشارہ ہے: "اے اللہ! ابن عباس کو دین کی سمجھ عطا فرما۔"اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یہ دعا بھی ہے: "اے اللہ! ابن عباس کو کتاب کا علم عطا فرما۔"یہ دونوں دعائیں بخاری و مسلم میں ہیں،
,وانما الفقیہ کما قالہ الامام الحسن البصری رحمہ اللہ تعالٰی الزاھد فی الدنیا الراغب فی الاٰخرۃ البصیرۃ بعیوب نفسہ ومثل ھذا یتأھل للجوار لاشك واللہ قد کان ابن عباس من اعاظم اھلہ و لکن الاکابر انفسھم یستصغرون فانظر الی الفرق، من لا یسئم یخشی السأمۃ ومن لایسلم یدعی السلامۃ۔	فقیہ کی تعریف امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالٰی علیہ نے یوں کی ہے: دنیا سے اعراض کرنے والا، آخرت کا شوق رکھنے والا، اور اپنے عیوب سے آگاہ شخص فقیہ کہلاتا ہے۔ ایسے لوگ بلاشبہ مجاورت مکہ کے اہل ہیں اور اللہ کی قسم حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ان اہل لوگوں میں سے بھی بڑے ہیں لیکن اکابر ہمیشہ اپنے آپ کو چھوٹا اور عاجز سمجھتے ہیں، غور تو کیجئے کتنا فرق ہے ان میں کہ جو غلطی نہیں کرتا وہ عذاب سے ڈرتا ہے اور جو گناہ سے محفوظ نہیں وہ سلامتی کا دعوٰی کرتا ہے۔
(قال) وعن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ مامن بلدۃ یؤاخذ العبد فیھا بالھدایۃ قبل العمل الامکۃ و	پھر لکھا حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ کسی شہر میں عمل سے پہلے محض برائی کے ارادے پر گرفت نہیں مگر مکہ میں، پھر یہ آیت تلاوت کی:

[30] فتح القدیر کتاب الحج مسائل منثورہ نوریہ رضویہ سکھر ۹۳/۳

[31] صحیح بخاری باب وضع الماء عند الخلاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۶/۱

[32] صحیح بخاری باب قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللھم علمہ الکتاب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۷/۱

تلاهذه الاٰیة ومن یرد فیه بالحاد بظلم نذقه من عذاب الیم، وقال سعید بن المسیب للذی جاء من اهل المدینة یطلب العلم ارجع الی المدینة۔ فانا نسمع ان ساکن مکة لایموت حتی یکون الحرم عنده بمنزلة الحل لما یستحل من حرمها، وعن عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنه خطیئة اصیبها بمکة اعز علی من سبعین خطیئة بغیرها، نعم افراد من عباد اللّٰه استخلصهم وخلصهم من مقتضیات الطباع، فاولٰئك هم اهل الجوار الفائزون بفضیلة من تضاعف الحسنات والصلوات من غیر مایحبطها من الخطیئات والسیئات[33] (ثم سرد احادیث فی ذٰلک ثم قال لکن الفائز بهٰذا مع السلامة من احباطه اقل القلیل، فلا یبنی الفقه باعتبارهم ولا یذکر حالهم قیدا فی جواز الجوار، لان شان النفوس الدعوی الکاذبة والمبادرة الی دعوة الملکة والقدرة علی مایشترط فیماتتوجه الیه وتطلبه، وانها لاکذب

اور جو اس میں کسی زیادتی کا ناحق ارادہ کرے توہم اسے درد ناک عذاب چکھائیں گے، اور حضرت بن مسیب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مدینہ طیبہ سے طلب علم کے لیے مکہ آنے والے سے فرمایا: مدینہ طیبہ کی طرف واپس چلے جاؤ ہم نے سن رکھا ہے کہ ساکن مکہ نہیں فوت ہوگا حتی کہ حرم اس کے ہاں بمنزل حل کے ہو جاتی ہے کیونکہ وہ اس کی حرمت کا پاس نہیں کرتا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے: مکہ میں کیا جانے والا گناہ دوسرے مقام کے ستر گناہوں سے بد تر ہوتا ہے، ہاں اللہ تعالٰی کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں جنھوں نے اپنی طبائع کے تقاضوں کو صاف وخاص کرلیا ہے وہی اس پڑوس ومجاورت کے اہل ہیں، وہ ہی حسنات اور عبادات کے فضیلت ودرجات پانے والے ہیں اور وہ سیئات اور گناہوں سے محفوظ رہتے ہیں، (پھر اس سلسلہ میں احادیث ذکر کیں) پھر کہا: لیکن گناہوں میں گرنے سے محفوظ وسلامتی کے ساتھ کامیاب ہونے والے بہت ہی کم ہوتے ہیں اور قلیل لوگوں کے اعتبار سے فقہی حکم کی بنا نہیں ہوتی اور نہ ہی جواز مجاورت کے لیے ان کے حال کو بطور قید ذکر کیا جاتا ہے، کیونکہ انسانی فطرت یہ ہے کہ جھوٹے دعوٰی اور تجربہ کے اعلان میں پیش رفت کرتے ہوئے اور شرائط پر قدرت کا اظہار کرتے ہوئے مطلوب کی طرف بڑھتا ہے حالانکہ وہ

33 فتح القدیر کتاب الحج مسائل منثورہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۹۴۔۹۳

مایکون اذا حلفت فکیف اذا ادعت واللہ تعالٰی اعلم وعلٰی ھذا فیجب کون الجوار فی المدینۃ المشرفۃ کذلك فان تضاعف السیئات اوتعاظمھا وان فقد فیھا[34]۔

(قلت وذٰلك لان الرحمۃ فی المدینۃ اکثر واللطف اوفر والکرم اوسع والعفو اسرع کما ھو شاہد مجرب والحمد للہ رب العٰلمین ومع ذٰلک) فمخافۃ السامۃ وقلت الادب المفضی الی الاخلال بواجب التوقیر والاجلال، قائم وھو ایضا مانع،الا للافراد ذوی الملکات[35] اھ مختصرا موضحا

وھو کما ترٰی من الحسن بمکان فقد افادوا جاد، اثابہ الجواد تبارك وتعالٰی، وابان ان الامر، وان کان فی الواقع علی جواز الجوار بشرط التوثیق وھو التوفیق عندالتحقیق کما نص علیہ وصححہ فی شرح اللباب وجزم بہ فی الدرالمختار الا ان اھل التوثیق لما کانوا اقل قلیل واحکام الفقہ انما تبتنی علی الغالب الکثیر دون النادر الیسیر فالوجہ ھو اطلاق المنع کما

اپنی قسموں میں نہایت جھوٹا ہوتا ہے تو اپنے دعووں میں وہ کیا ہوگا، اور اللہ تعالٰی ہی بہتر جاننے والا ہے، اس بنا پر یہ ضروری ہے کہ مدینہ طیبہ میں مجاورت کا بھی یہی حکم ہو اگر چہ یہاں گناہوں پر سزا میں اضافہ یا ان کی شدت مفقود ہے۔
میں کہتا ہوں، کیونکہ مدینہ طیبہ میں رحمت اکثر لطف وافر، کرم سب سے وسیع اور عفو سب سے جلدی ہوتا ہے جیسا کہ شاہد مجرب ہے والحمد للہ رب العالمین، اس کے بوجود) اکتا نے کا ڈر اور وہاں کے احترام وتوقیر میں قلّت ادب کا خوف تو موجود ہے اور یہ بھی تو مجاورت سے مانع ہے، ہاں وہ افراد جو فرشتہ صفت ہوں تو ان کا وہاں ٹھہرنا اور فوت ہونا سعادتِ کاملہ ہے اھ اختصارًا

آپ نے دیکھا اس جگہ محقق نے کتنی اچھی گفتگو کی یہ نہایت ہی عمدہ تفصیل ہے اللہ تعالٰی انھیں اجر عطا فرمائے، انھوں نے یہ واضح فرمادیا کہ اگر چہ مجاورت کا معاملہ جائز ہے مگر بشرط توثیق جو بصورت توفیق الٰہی ہی حاصل ہو سکتی ہے جیسا کہ اس پر انھوں نے تصریح کی ہے شرح اللباب میں اس کو صحیح کہا، درمختار میں اسی پر جزم کا اظہار کیا مگر چونکہ اہل توثیق بہت ہی کم ہوتے ہیں اور احکام فقہ کی بناء نادر و قلیل پر نہیں ہوتی بلکہ غالب کثیر پر ہوتی ہے تو اب مطلقًا منع کہنا ہی بہتر ہے جیسا کہ

[34] فتح القدیر کتاب الحج مسائل منثورہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۹۴
[35] فتح القدیر کتاب الحج مسائل منثورہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۹۴

هو مذہب الامام رضی الله تعالٰی عنه و لذا اخذ الفاضلون المحشون العلامة الحلبی ثم الطحطاوی ثم الشامی کلهم فی حواشی الدر، فی اشتراطه التوثیق حیث نقلوا کلام الفتح، ثم قالوا وهو وجیه، فکان ینبغی للشارح ان ینص علی الکراهة ویترك التقلید بالتوثیق [36] اهزاد ابن عابدین ای اعتبار للغالب من حال الناس لاسیما اهل هٰذا الزمان والله المستعان [37] هـ ولقد اعجبنی قول العلامة علی القاری، فی مسلك المتقسط شرح المنسك المتوسط، مع تصحیحه ما علمت حیث یقول لوکانت الائمة فی زمانناوتحقق لهم شاننالصرحوا بالحرمة [38] الخ۔ **قلت** ونظیره ماقال فی الدر المختار فی مسئلة دخول المرأة الحمام ان فی زماننا لا شك فی الکراهة لتحقق کشف العورة [39] اھ وقد سبقه الی ذٰلك المحقق علی الاطلاق فی الفتح، ونحوها ماذکر العلائی ایضا فی الدر المنتقی شرح الملتقی	امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب ہے، یہی وجہ ہے کہ درمختار پر حواشی لکھنے والے فاضل علماء حلبی، طحطاوی پھر شامی سب نے فتح القدیر کی عبارت نقل کرکے توثیق کی شرط لگائی اور پھر کہا یہی بہتر ہے لہٰذا شارح کو چاہئے تھا کہ وہ کراہت پر تصریح کرنااور توثیق کی قید ترک کردیتا اھ ابن عابدین نے یہ اضافہ کیا کہ یہ اکثر لوگوں کے حال کے اعتبار خصوصًا اس دَور کے حوالے سے ضروری ہے اور اللہ تعالٰی ہی مدد فرمانے والا ہے اھ مجھے علامہ ملا علی قاری کا "مسلک متقسط شرح المنسک المتوسط" میں یہ قول بہت پسند آیا، جیسا مجھے معلوم ہے انھوں نے مذکور گفتگو کی تصحیح کرتے ہوئے کہا اگر یہ ائمہ ہمارے دَور میں ہوتے اور ہمارے احوال سے آگاہ ہوتے تو مجاورت کے حرام ہونے کی تصریح کرتے الخ **میں کہتا ہوں** اس کی نظیر درمختار میں "عورت کا حمام میں جانا" کے تحت ہے کہ ہمارے دور میں یہ مکروہ ہے کیونکہ بے پردگی ہوتی ہے اھ اور اس سے پہلے فتح میں محقق علی الاطلاق نے بھی یہی لکھا ہے وہ بھی اسی کی مثل ہے جو حافظ علائی نے الدر المنتقی شرح الملتقی میں طالب علم کے وجوب نفقہ کے بارے

[36] طحطاوی علی الدر المختار کتاب الحج باب الہدی دار المعرفہ بیروت ۱/۵۶۲

[37] ردالمحتار کتاب الحج مطلب فی المجاورۃ بالمدینۃ الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۵۶

[38] مسلک متقسط مع ارشاد الساری فصل اجمعوا علی افضل البلاد الخ دارالکتاب العربی بیروت ص ۳۵۲

[39] درمختار باب الاجارۃ الفاسدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۷۸

فی وجوب نفقة طالب العلم، ان هذا اذاکان به رشد، کما فی الخلاصة ولذا قال صاحب المنیة والقنیة انا افتی بعدم وجوبها فان قلیلا منهم حسن السیرة مشتغلا بالعلم الدینی واکثر هم (کذا وکذا وذکر من مساویهم، ثم قال اعنی الحصکفی) واما من کان بخلافهم فنادر فی هذا الزمان فلایفرد بالحکم دفعا لحرج التمییز بین المصلح والمفسد[40] الخ۔

قلت ومن هذا القبیل حکمهم بتحریم السماع المجرد عن المزامیر فانه یهیج مکا من القلوب واکثر الناس اساری الشهوات فالوجه المنع سدا لباب الفتنة وان کان نفع شی فی حق رجال تحلوا بالفضائل وتخلوا عن الرذائل وماتت شهواتهم بل قنت ذواتهم فبقی السماع محض الانتفاع وبه انقطع تطویل النزاع، فمن فعله من الاولیاء فقد اصاب خیره ومن منعه من الفقهاء فقد ازال ضیره فلهم الاجر بما نصحوا

میں لکھا کہ یہ اس وقت ہے جب اس میں نیکی ہو اور بے رواہ روی نہ ہو، جیسا کہ خلاصہ میں ہے، اسی لیے صاحب منیہ وقنیہ نے کہا میں عدم وجوب کا فتوٰی دیتا ہوں کیونکہ ان میں بہت کم طلبہ اچھے کردار کے حامل اور علم دین کے حاصل کرنے والے ہیں اور ان میں سے اکثر (ایسے ایسے ہیں اور پھر اپنے دور کے طلبہ کا ذکر کیا۔ پھر حصکفی نے کہا) جو ان کے خلاف ہیں وہ اس دور میں بہت کم ہیں اور اب مصلح اور مفسد میں فرق مشکل ہو جانے کی وجہ سے ان کے لیے الگ حکم بیان نہیں کیا جاسکتا الخ

میں کہتا ہوں اسی قبیل سے سماع کا حرام ہونا ہے خواہ وہ مزامیر کے ساتھ نہ ہو، کیونکہ وہ دل کے جذبات کو ابھارتا ہے، اور اب اکثر لوگ شہوات نفسانیہ کے قیدی بن چکے ہیں۔ لہٰذا فتنہ کے دروازے کو بند کرنے کے لیے سماع سے منع کرنا ہی درست ہے اگرچہ یہ ایسے کچھ لوگوں کے لیے نافع بھی ہے جو فضائل سے مزین ،رذائل سے خالی ہو اور ان کی نفسانی خواہشات مر چکی ہوں بلکہ ان کی ذوات سراپا خشوع وخضوع ہو چکی ہو تو پھر سماع واقعۃً نافع ہوتا ہے۔ اس مسئلہ میں جو طویل نزاع ہے اس سے وہ بھی ختم ہو جاتا ہے اولیاء میں سے جس نے سماع سنا اس نے درست کیا اور اس کے لیے خبر بنا فقہاء میں سے جس نے

[40] الدرالمنتقی علی حاشیۃ مجمع الانہر فصل فی نفقۃ الطفل داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۰۰

وللقوم الاذن لما صلحوا ولکل ثواب وبشری، الصواب، والحمد للہ رب الارباب۔	منع کیا تھا تو انھوں نے اس کے نقصانات کا ازالہ کیا ان کی اس خیر خواہی پر ان کے لیے اجر ہی اجر ہے اور لوگوں کے لیے اس میں اجازت ہے جو صلاحیت رکھتے ہوں اور ہر ایک کے لیے ثواب اور بشارت ہے، درستی اور حمد رب الارباب کے لیے ہے۔
وبالجملۃ فالحکم عدم جواز الجوار اصلا فی زماننا والعاقل لایسعہ الا الاحتیاط لنفسہ والاحتراز عن سلوک مسالک تفضی غالبا الی المھالک ومن صدق نفسہ فقد صدق کذو باوسیری ذٰلک"ولا حول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم"واذاکان الامر وصف ھنالک سقط منشأ ا لسوال رأسا ،اذ تبین ان لیس مایظنہ خیرا، خیرا واللہ المسئول ان یرزق الخیر ویقی الضیر وھو سبحانہ وتعالٰی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد واٰلہ وصحبہ وبارک وسلم۔	بالجملہ ہمارے دور میں مجاورت کی قطعًا اجازت نہیں۔ عقلمند اپنے لیے فقط احتیاط ہی کی راہ اپناتا ہے اور ہر اس راستہ سے اجتناب کرتا ہے جس سے ہلاکت میں گرنے کا خدشہ ہو، جس نے اپنے نفس کو سچا سمجھا اس نے جھوٹے کی تصدیق کی اور خود اس کا مشاہدہ بھی کرے گا برائی سے بچنے اور نیکی بجالانے کی طاقت اللہ تعالٰی جو بلند وعظیم ہے کی توفیق کے بغیر نہیں، جب معاملہ یہ ہے جو یہاں بیان ہوا تو اب سرے سے سوال ہی ختم ہوگیا کیونکہ جس شے کو سائل نے خیر تصور کیا تھا وہ خیر ہی نہیں، اللہ تعالٰی سے دعا ہے وہ خیر کی توفیق دے اور نقصان سے بچائے اور وہی مقدس واعلم ہے اس کا علم کامل واکمل ہے، اس کے رسول اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود وسلام ہو اور آپ کے آل واصحاب پر بھی۔ (ت)